**ڈاکٹر سبینہ اویس**

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج خواتین یونی ورسٹی، سیال کوٹ

# نسائی ادب اور تنقید

**Dr Sabina Awais**

Assistant Professor,Department of Urdu, Govt college Women University Sialkot

## Feminist Literature And Criticism

"Nisai Adab" describes the study of feelings, ideas and reflections of mental capability of women and its mirroring in literature. These feelings distinguish a woman from man and revealed her individualistic characteristics. Literature is a vivid manifestation of an era's social values and demonstration of a society in a region. It also shows ideologies and values which give a direction to a society. Women remains a victim of man's atrocities since centuries. She was persecuted and become the center of man's wrath. Due to her physical weakness she must accepts man's hegemony and could not drive her feelings according to her wishes. "NISAI ADAB" is the branch of literature specific to reflect women feelings in her writings. It gave opportunities to her to claim her right to speak and choose her wishes. persons who work for women rights claim that social, political and economical dependence make her subservient to man' ego. This article will struggle to highlight feminine aspects and ideas reflected in renowned novels, stories and critical commentaries.

نسائی ادب سے مراد نسائی احساسات وشعور کا مطالعہ ہے وہ احساسات وشعور جو بحیثیت فرد ایک لکھاری خاتون کو لکھاری مرد سے منفرد کرتے ہیں۔ ہر تحریر و تخلیق پر تاریخی، سماجی اور نفسیاتی عوامل اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ ہر تخلیق کا تجزیہ ان ہی اثرات کی روشنی میں کیا جاتا ہے چنانچہ کسی بھی خطے اور عہد کا ادب اس دور کے معاشرتی رجحانات اور اقدار کا باطنی رخ بھی پیش کرتا ہے یہی رخ ادب کو ممتاز کرنے کی ایک وجہ بنتا ہے۔ دوسری وجوہات میں جمالیات سرفہرست ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرد ناقدین کا رویہ جو خواتین کے

لیے سرپرستانہ، جانب دارانہ رہا ہے اُن کی تصانیف کو وہ درست مقام دینے کی راہ میں حائل نہیں۔ اس سوال سے باشعور خواتین اور روشن خیال ناقدین کو نسائی تنقید کی جانب متوجہ کیا۔ نسائی تنقید کے مطالعے کا رخ تبدیل کیا اس سے نہ صرف نسائی کلچر کو فائدہ پہنچا بلکہ لکھاری خواتین میں وہ اعتماد پیدا ہوا جو نسائی شعور کو واضح کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ عورت اپنی نسوانی خصوصیات کی بنا پر صدیوں سے خاموشی سے مردوں کے جبر کا شکار ہوتی رہی ہے۔ اسلام سے قبل عورت کی بہت تذلیل ہوتی رہی بلکہ

"عیسائی کیتھولک چرچ نے تو اس شک کا اظہار بھی کیا کہ عورت کے اندر انسانی روح ہے۔ ان کا خیال تھا کہ عورت مثل حیوان کے ہے اور مرد کے تعیش اور آرام کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، جیسے گھوڑے، خچر اور اونٹ پیدا کیے گئے ہیں"۔[۱]

اسلام وہ اولین مذہب ہے جس نے عورت کو عزت، تحفظ اور بلند مقام و مرتبہ عطا کیا۔ سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۱۲ میں درج ہے:

"اے بنی نوعِ انسان ہم نے آپ کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا"۔

عصر حاضر میں نسائی تنقید ادبی تجزیے کی ایک اہم بنیاد بن گئی ہے۔ اب تنقید میں نسائی اقدار کو بھی کسی حد تک سمویا جارہا ہے مشرق میں جب نسائی ادب کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو فوری طور پر رد عمل سامنے آتا ہے کہ خواتین کا الگ سے کوئی خانہ بنایا جارہا ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسرا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ خواتین کا مسئلہ کیا ہے وہ آخر چاہتی کیا ہیں ان کی خواہش کیا ہے انھیں سب کچھ تو حاصل ہے اور پھر اس بات پر اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ نسائی ادب مغرب سے آنے والا فیشن ہے۔ جبکہ دیگر تحریکیں مثلاً ترقی پسندی، جدیدیت، وجودیت، ساختیار اور مابعد جدیدیت کی رو بھی مغرب سے ہی اردو ادب میں آئی۔

ابتدائی دور میں نسائی تنقید کی توجہ کا مرکز وہ معاندانہ رویہ تھا جس کے تحت عورت کی ایک مخصوص انداز میں کردار کشی کی جاتی رہی یا تو اسے بالکل فرشتہ صفت بنا دیا جاتا رہا یا پھر شیطان۔ یہ ایک طرف مردانہ پاپولر ادب تھا جو انھیں ہراساں کر دیتا تھا تو دوسری طرف ادبی تاریخ سے ان کا وجود بھی غائب تھا۔

اگرچہ مرد نے اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لیے عورت کو ہمیشہ اپنے سے کمتر مقام پر رکھا کبھی برابری نہیں کرنے دی۔ اگرچہ پرانی تہذیبوں میں مثلاً بابلی تہذیب میں عشتار، مصری تہذیب میں آئس، ہندی تہذیب میں دیوی

کا درجہ دیا گیا لیکن عورت کا یہ مقام مرد کی تشکیل کردہ دنیا سے باہر ہے۔ ناصر عباس نیر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"عورت کو چڑیل، ناگن، ڈائن، جادوگرنی ...وغیرہ کہا گیا اور ان ناموں میں اس نفرت کو مجسم کیا گیا، جو مرد کے عورت کے لیے اپنے دل میں محسوس کی۔ انسانی پیمانے پر عورت کا درجہ مرد سے نیچے ہے یا اوپر۔ یعنی اسے مرد کی ہمسری سے محروم رکھا گیا ہے عورت اس محرومی پر سراپا احتجاج اس لیے بنی کہ مردانگی کو زندگی کی ایک بڑی قدر قرار دیا گیا ہے"۔ ۲؎

اس معاشرے میں مرد نے عورت کی دو صورتوں کو پیش کیا ایک صورت چڑیل، ناگن، بدروح کی ہے جبکہ دوسری صورت دیوی، مسیحا، لکشمی کی ہے۔

اگرچہ ادیبوں اور ناقدین نے خواتین کی تحریروں پر نصف صدی قبل لکھنا شروع کر دیا تھا لیکن جب سے نسائی تنقید نگاروں نے خواتین کی امیجینیشن اور ان کے پلاٹ کی ساخت کو مد نظر رکھ کر مطالعے کی صورت واضح کی ہے ایک بالکل مختلف رخ سامنے آیا ہے۔ نسائی ادب، اردو ادب کا قابل قدر حصہ ہے۔ نسائی شعور کی روایت ہمارے ثقافتی رجحان کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہ خواتین کے ادراک و شعور کی آئینہ دار ہے۔ نسائی اظہار کا یہ رویہ تاریخ سے جڑا ہوا ہے۔ نسائی ادب و تنقید کا تصادم ہماری قدار سے نہیں بلکہ یہ ہماری آبادی کے نصف حصے کے ذہن و فکر کی عکاس ہے۔

نسائی تنقید پدری سماجی نظام پر بھی خطِ تنسیخ کھینچتی ہے جو صدیوں سے قائم ہے جس میں مرد کو مرکزیت اور بالادستی حاصل ہے اور عورت مجبور محض ہے بعض تانیث پسندوں کا خیال ہے کہ عورت سماج کے پدری نظام ہی کی وجہ سے معاشی، سیاسی اور سماجی طور پر پست ہے۔

تانیثی فکر سماجی و تہذیبی سطح پر جنسی تفریق کی شدید مخالف ہے اور عورتوں کے لیے مردوں کے مساوی حقوق کی طلب گار ہے۔ مغرب میں عورتیں مساوات کی جنگ اٹھارھویں صدی سے لڑتی آ رہی ہیں۔ مشرق میں بیسویں صدی میں بھی اس تحریک کی کوئی نمایاں صورت نہیں ابھری۔ تحریک نسواں کی ایک شکل آزادیِ نسواں بھی ہے۔ حقوقِ نسواں کی طرح آزادیِ نسواں کی تحریک بھی مغرب میں نہایت منظم طور پر شروع ہوئی اور اس میں خواتین کو کامیابی بھی ملی۔ مغرب میں تانیثیت کے فلسفیانہ خیالات کے حوالے سے ایک اہم نام انگلستان کی ورجینیا وولف (Virginia Wolf) اور رابیکا ویسٹ (Rebeca West) کا ہے۔ ۱۹۶۹ میں شائع

ہونے والی کتاب A Room of One's Wown کو جے اے کڈن نے تانیثیت کی کلاسیکی دستاویز کیا ہے ڈورتھی رچرڈسن کا ناول Pilgrimage اور سیمون ڈی بوا کی ۱۹۴۹ میں منظر عام پر آنے والی کتاب The Second Sex نے نسائی ادب کو نئی سمت سے روشناس کروایا۔ انھوں نے عورت کی معاشرتی و ثقافتی پہچان کے علاوہ عورت کے معاشرتی کردار کو بھی بیان کیا جو مردانہ معاشرے کی بالادستی نے کہیں کھو دیا ہے۔

۱۸۵۷ سے قبل کا دور داستانوں پر مشتمل ہے اس عہد میں ادب کی سرپرستی درباروں میں ہوا کرتی تھی۔ عشقیہ جذبات پر مشتمل ان داستانوں میں لذت کا بھرپور سامان موجود ہوتا تھا۔ یہ داستانیں جذبات کو برانگیختہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔ برصغیر پاک و ہند میں چونکہ مرد اور عورت آزادی سے مل نہیں سکتے تھے گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ مردوں نے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے عورت کو محکوم بنایا۔ ۱۸۵۷ کے بعد تخیل کی جگہ حقائق نے لے لی اور سائنسی ترقی نے ورطہء حیرت میں مبتلا کر دیا اب زندگی میں کشش نظر آنے لگی۔ ہر ایک نے اپنی آزادی اور رائے کا برملا اظہار کیا۔ اردو ناول کا سہرا مولوی نذیر احمد کے سر ہے کہ انھوں نے ناول کی صنف کو متعارف کروایا۔ ڈاکٹر زینت بشیر لکھتی ہیں:

"نذیر احمد کے ناولوں میں نسوانی کردار اس عہد کے ہندوستان بالخصوص شمالی ہندوستان کو مسلم گھرانوں کی مستورات کی نفسیات، ان کے خیالات، نظریات و رجحانات کی منہ بولتی تصویریں اور اس عہد کی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں"۔ [۳]

نذیر احمد تعلیم نسواں کے حامی تھے ان کے ناولوں میں تعلیم یافتہ عورت دکھائی دیتی ہے علاوہ ازیں ان نسائی کرداروں پر مذہبی چھاپ بھی نظر آتی ہے۔ ان مقصدی ناولوں کا مقصد معاشرے کی اصلاح ہے۔ رتن ناتھ سرشار کے ناولوں میں نسوانی کرداروں کی زندگی کو معاشرے کے حدود و قیود اور رسوم و رواج نے مفلوج کر کے رکھ دیا ہے مرزا رسوا کو قسمت کی ماری ہوئی غریب خواتین سے بہت ہمدردی ہے۔ انھوں نے قارئین کے سامنے عورتوں کے ایسے کردار کو پیش کیا جو لکھنؤ میں نوابوں کے لیے عیاشی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ راشد الخیری نے عورتوں کی توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ پریم چند نے عورت کے جذبات کی عکاسی کے ساتھ ساتھ عورت کی مظلومی اور بے بسی کو پیش کیا۔

نسوانی تنقید، تانیثی تنقید سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ یہ خواتین ادبا و شعرا کی تخلیقات کو اپنے مطالعے کا موضوع بناتی ہے جبکہ تانیثی تنقید مرد ادبا و شعرا کی تخلیقات کا تانیثی تناظر میں مطالعہ و تجزیہ کرتی ہے۔ تانیثی

تنقید میں عورتوں کے بارے میں مردوں کے اپنے تصورات و مفروضات ہوتے ہیں اس میں مردانہ نقطہ نظر حاوی رہتا ہے جبکہ نسوانی تنقید میں عورتوں کا موقف پیش کیا جاتا ہے نسائی رویوں سے بحث کی جاتی ہے اور نسائی تشخص پر اصرار کیا جاتا ہے۔

اردو میں تانیثی تنقید یا تنقید نسواں ابھی ابتدائی مراحل میں ہے اس کے خد و خال ابھی واضح نہیں اور نہ ہی اصول مکمل طور پر مرتب ہوئے ہیں تاہم اردو میں نسائی تنقید کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا نہیں ہے کہ اردو میں نسائی ادب کا فقدان ہے یا نسائی تخلیقات کم ہیں اگر ہم اردو ناول کے ارتقائی دور کا جائزہ لیں تو نذیر احمد کے ناول مراۃ العروس، توبۃ النصوح میں عورتوں کی اصلاح و بیداری کو موضوع بنایا گیا ہے اور وہیں خواتین قلم کاروں کی کمی نہیں اردو ادب میں ایسی بے شمار خواتین موجود ہیں جنھوں نے مردوں کے شانہ بشانہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا ان میں اردو کی پہلی ناول نگار خاتون رشیدۃ النسا کا ناول "اصلاح النسا" ہے جس میں انھوں نے تعلیم نسواں پر اظہارِ خیال کیا۔ اس کے بعد مجموعہ "انگارے" شائع ہوا جس میں رشید جہاں کے دو افسانے شامل ہوئے۔ رشید جہاں نے عورت پر عورت کے ظلم کو موضوع بنایا۔ علاوہ ازیں انھوں نے اپنے افسانوں میں ایسی عورت کی نفسیات کو پیش کیا جو بچہ پیدا نہیں کر سکتی۔ اپنی کم علمی کی بنا پر تعویذ گنڈے کا سہارا لیتی ہے۔ واجدہ تبسم نے حیدرآباد دکن کی سماجی زندگی میں "جنس" کو موضوع بنایا انھوں نے جسمانی استحصال اور جنسی لذت کو اپنی تخلیقات میں پیش کیا۔ خدیجہ مستور نے نچلے درجے کی عورت کو موضوع بنایا۔ انھوں نے عورت پر ہونے والے استحصال کو افسانوں میں پیش کیا پھر اس کا ذمہ دار معاشرے کو ٹھہرایا۔ حقوقِ نسواں کے استحصال کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کے زوال آمیز اور چھوٹے زمینداروں کے سماج سے تعلق رکھنے والی عورت کے مسائل کو پیش کیا جہاں عورت ماضی کی یادوں، حال کی تلخیوں، مستقبل کی محرومیوں، زندگی کی گھٹن، بے بسی اور لاچاری کا شکار ہے۔

ہاجرہ مسرور کی تحریروں میں نوجوان لڑکیوں کے جنسی مسائل کو کہیں طنزیہ انداز میں کہیں اشارے کنایے کی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ جیلانی بانو نے معاشی نظام کی چکی میں پستی عورت کو موضوع بنایا جو مرد کی طاقت کے آگے بے بس ہے۔ ممتاز شیریں نے روایتی عورت کے تصور کو پیش کیا جو ہر قربانی دیتی ظلم خوشی سے برداشت کرتی ہے وہ باشعور تعلیم یافتہ عورت ہم مزاجی ذہنی ہم آہنگی کو اہم خیال کرتی ہے جس سے گھر جنت بن جاتے۔

ترقی پسند تحریک کی روحِ رواں ڈاکٹر رشید جہاں کے افسانوں نے نسائی شعور کی ایک اور نئی راہ ہموار کی۔ بلاشبہ وہ اردو کی پہلی بے باک خاتون تھیں جنھوں نے اپنی تخلیقات میں انقلابی دل و دماغ کی حامل عورت کے جذبات کی تصویر کشی کی۔ برصغیر پاک و ہند کی خواتین کو جب ڈاکٹر رشید جہاں کے طفیل آزادیِ اظہار ملا تو ان کے تخلیقی جوہر بھی کھلنے لگے۔ اور انھوں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا کہ عورت صنف نازک بھی ہے اور اس کے پاس بالغ ذہن اور شعور بھی ہے۔

اردو افسانے میں نسائی شعور کے حوالے سے ایک اہم نام عصمت چغتائی کا ہے یہ ایک نڈر، بے باک، صاف گو تخلیق کار تھیں۔ ان کی تخلیقات میں نسائی شعور اور طبقاتی احساس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جرأت و بے باکی ان کی شناخت ہے۔ انھوں نے صنفی مسائل اور نفسیاتی الجھنوں، جنس پرستی پر لکھا اگرچہ ان پر بہت تنقید ہوئی لیکن انھوں نے اپنی توجہ صرف لکھنے پر مرکوز رکھی۔

عزیز اللہ کے ناولوں میں مرد عورت کی حیثیت سے متاثر ہوتا ہے۔ مرد کو صرف ایسی عورت کی ضرورت ہے جو اس کے جذباتی شعلوں کو ہوا دے سکے۔ شوکت صدیقی کی تحریروں میں معاشرے کی مجبور عورت کو دکھایا گیا ہے جو مرد کی خلوت کا کھلونا ہے۔ احسن فاروقی کی تحریروں میں عورتوں کی تین اقسام نظر آتی ہیں ایک قسم نوابین کی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں کی سی ہے جو امیر زادیاں گھر / محل کی چاردیواری میں رہ کر زندگی گزارتی ہیں۔ دوسری قسم متوسط شریف گھرانوں کی خواتین ہیں جو ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی حامل ہوتی ہیں۔ تیسری قسم رنڈیوں اور لونڈیوں کی ہے جو سہولت کار بھی ہیں کہیں یہ جنسی تسکین کا باعث بھی بنتی ہیں کہیں یہ مردوں کو جنسی تفریح کا سامان بھی مہیا کرتی ہیں۔ نثار عزیز بٹ کی تحریروں میں عورت شمال مغربی سرحدی صوبے کی تاریخ و تہذیب پیش کرتی ہے پشتون عورت کی ولادت کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اس کی تعلیم و تربیت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس کے وارث اپنی مرضی سے بیچ کر اس کے جہیز کے پیسے اس کے شوہر سے وصول کرتے ہیں۔ اس طرح اس عورت کی ساری زندگی دوسروں کے تابع گزارنی پڑتی ہے۔ اس کو امورِ خانہ داری میں شب و روز محنت کرنا پڑتی ہے اس کے ارمانوں کا لمحہ بہ لمحہ خون کیا جاتا ہے۔ انتظار حسین نے نامساعد حالات کا شکار عورت، ضعیف الاعتقاد عورت کو پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر عقیلہ جاوید لکھتی ہیں:

"انتظار حسین کے ناولوں میں عورت کا روپ محض جلی کٹی سنانے والی کا ہی نہیں بلکہ ایسی شخصیت کے روپ میں سامنے آتا ہے جو سادہ، اُداس اور خاموش ہے جس کی وجہ سے اس کا اپنے ماحول سے عدم اعتماد اور بیگانگی کا رشتہ ہے"۔ ۴؎

قرۃ العین حیدر نے انگریزی ادب کے ہیئتی تجربات سے استفادہ کیا۔ انھوں نے نسوانی کرداروں کو طویل صدیوں کے تناظر میں دکھانے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے افسانوں / ناولوں میں ایک انٹلیکچوئل عورت کو پیش کیا۔ انھوں نے عورت کے دکھ درد کو وسیع کینوس میں دکھایا۔ علاوہ ازیں ان کے افسانوں کی عورت اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم دلواتی ہے جس کی بدولت وہ مردوں اور نوکروں پر حکمرانی کرتی ہے اور آزادیِ اظہار جیسی نعمت سے بھی متصف ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ قرۃ العین حیدر کا ذہنی کینوس اپنے پیش رو مردوں اور عورتوں سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔ نسائی سماجی اور تہذیبی شعور کا انھیں بخوبی ادراک تھا اس کا اظہار ان کے طرزِ تحریر سے ہوتا ہے۔ تخیل اور حقیقت کا امتزاج ان کی تخلیقات میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ جسے ان کے وسیع مطالعے اور فکر کی گہرائی نے جلا بخشی۔ قرۃ العین حیدر نے عورت کی اندرونی کیفیات کے کرب کو اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری اس کا دکھ اپنے اندر اترتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

الطاف فاطمہ نے ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کو اس کی محرومیوں کو پیش کیا جو حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہیں۔ بانو قدسیہ نے بھی عورت کی الجھنوں کو افسانوں کی صورت میں پیش کیا۔ ڈاکٹر عصمت جمیل لکھتی ہیں:

"بانو قدسیہ کی عورت نے وہ منزل پالی ہے جس کی بیسویں صدی کے ابتدائی افسانہ نگاروں نے آرزو کی تھی لیکن اب آزادی کے استعمال میں جو الجھنیں ہیں وہ بانو کے افسانوں کا موضوع ہیں"۔ ۵؎

جمیلہ ہاشمی نے ہجرت کے کرب کو افسانوں میں پیش کیا جبکہ فرخندہ لودھی نے پاکستانی عورت کی شادی کے بعد سسرال میں مسائل، عورت کی تنہائی، ہم جنس پرستی، ہجرت، فسادات، شوہر کی مارپیٹ سے تنگ آکر خودکشی کرنے والی عورت کے مسائل کو پیش کیا۔

خالدہ حسین نے عورت کی بے بسی، لاحاصلی، عدم تحفظ کو جدید علامتی اسلوب میں پیش کیا۔ ان کے افسانوں میں عورت، تذبذب، تشکیک اور عدم تحفظ کا شکار ہے۔ نیلم احمد بشیر نے شادی کے بعد زیادہ عرصہ امریکا میں گزارا ان کے مطابق الیکٹرانک میڈیا کی ترقی اور ثقافتی یلغار نے مغرب کی برائیوں کو مشرق میں عام کر دیا ہے۔ عورت اپنی خودساختہ مصروفیات کی وجہ سے اپنے گھر کو وقت نہیں دے رہی حالانکہ عورت پر اولین

ذمہ داری گھر کی ہے۔ عطیہ سید نے مشرق و مغرب کا موازنہ کیا اس میں عورت کی پریشانیوں، اس کے مسائل کو دریافت کرنے کی کوشش کی ان کے مطابق مغرب کی عورت آزادی حاصل کر کے پریشان ہے جب کہ مشرق کی عورت آزادی کے لیے جدوجہد کرتی دِکھائی دے رہی ہے۔ زاہدہ حنا نے دورِ حاضر میں درپیش عورت کے مسائل کو پیش کیا ہے ان کے مطابق عورت معاشرتی جکڑبندیوں اور پابندیوں کا شکار ہے۔

بیسویں صدی میں نسائیت نے اردو شاعری کی صنف کو بھی متاثر کیا۔ ان شاعرات نے اپنی شاعری میں عورت کے مسائل، عدم تحفظ، جنسی دہشت، مظلومیت اور جبر کو بیان کیا۔ ان کی شاعری میں نسائی جذبات و احساسات کے ساتھ ساتھ سیاسی و سماجی نقطہء نظر اور احتجاج زیرِ لب بھی موجود ہے۔ زہرہ نگار ادا جعفری سے لے کر کشور ناہید تک ان شاعرات کی شاعری میں عورت کی مظلومیت، تاریخی جبر، جنسی دہشت، لاقانونیت، زنا اور عورت کی دلی واردات کو اپنے مخصوص انداز میں مخصوص الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اردو ادب میں ادا جعفری نے ازدواجی زندگی کو منافقانہ عمل قرار دیا۔ زہرہ نگار نے معاشرتی قریبی رشتوں کی سردمہری پر اظہارِ خیال کیا۔ کشور ناہید نے بڑی جرأت کے ساتھ اپنے معاشرتی رسوم و رواج، سماجی فکر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا۔ کشور ناہید نے محکومی، غربت، مردانہ تشدد، بچوں کی تعداد، اسقاطِ حمل، جنسی کج روی، طوائفیت، زنا بالجبر کو ختم کر کے مساوات پر مبنی معاشرے کے خواب دیکھتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے بین الاقوامی سطح پر کانفرنسوں میں شرکت کی۔ معاشرتی سدھار اور حقوقِ نسواں کے لیے کالم لکھے۔

پروین شاکر نے عورت کے ظاہر و باطن دونوں پیش کیے شاہین مفتی نے معاشرتی رسوم و رواج و قیود کے شکنجے میں جکڑی نسوانی زندگی کی محرومیوں، دکھوں اور خوابوں کو پیش کیا۔ عشرت آفریں نے اپنی زندگی کے کرب کو بچوں کی ہنسی میں چھپانے کی کوشش کی۔ ناہید قمر نے صنف نازک کے دُکھوں، المیوں کو تانیثی لہجہ میں منفرد انداز میں پیش کیا۔ جبکہ منصورہ احمد نے عورت کی سسکیوں اور آہوں کو لفظوں کی صورت میں پیش کیا۔ ثمینہ راجہ نے عورت کی تنہائی کے علاوہ عورتوں کے بنیادی مسائل پر اظہارِ خیال کیا۔ علاوہ ازیں ثریا شہاب، ریحانہ روحی، شہناز نبی، نورین طلعت، شگفتہ الطاف، نجیبہ عارف، نیلم احمد بشیر، یاسمین سحرش کی شاعری بھی نسائی جذبوں کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ انھوں نے معاشرتی تضادات اور تعصبات کو بے نقاب کیا۔

مذکورہ بالا تخلیق کاروں نے اپنی تخلیقات میں عورت کے ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کی۔ اس پر ہونے والے ظلم کے خلاف لکھا ان کی خواہش یہ رہی ہے کہ حقوقِ نسواں کے حصول کے لیے ایک مضبوط صورتِ حالات

پیدا کی جا سکے۔ محولہ بالا تخلیق کار یہ احساس دلانا چاہتی ہیں کہ سماج اس وقت استحصال کی زد سے نکل سکے گا جب مساوات کے پرچار کے ساتھ ساتھ عورت کو اس کا صحیح مقام دلایا جائے۔

محولہ بالا قلم کاروں کی تخلیقات کا مطالعہ نسوانی تنقید کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے جس سے نہ صرف ان کی تخلیق جہات کا اندازہ ہو گا۔ بلکہ نسائی رویوں اور نسائی طرزِ احساس کا بھی پتہ چلے گا جب کہ عصرِ حاضر میں شاعری اور فکشن کے حوالے سے تانیثی منظر نامہ اپنے تجربات پیش کر رہا ہے اور ان تجربات میں کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تنقید اور نسائی ادب میں معتبر، مستند اور مستقل اقدار و تصورات کی طرح دریافت اور اعلیٰ ادب کی نشاندہی کرنا بہت ضروری ہے تاکہ نسائی تنقید اپنا اعتبار قائم کر سکے بلکہ عورت بھی زندگی کے مکمل سیاق و سباق میں اپنی پہچان بنا سکے۔ وہ زندگی کی وسعتوں میں پھیل کر کائنات کی رمز شناسی کر سکے اور کشمکش زیست میں شامل ہو کر اپنے وجود کا احساس دلا سکے۔

زمانہ قدیم میں خواتین مختلف النوع مسائل کا شکار تھی اور نسائی مشکلات ان کا معاشرتی استحصال اور مدد سے کم تر سمجھنے کا رویہ ساری دنیا کی خواتین کے دلوں اور ذہنوں میں موجود تھا اس ردعمل کا اظہار مغرب میں ہوا جس نے نسائی تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس تحریک کی جدت سے ساری دنیا متاثر ہوئی۔ ادب کے علاوہ میڈیا اور دیگر تنظیموں نے بھی عورت کی حالت زار کو پیش کیا پھر دانشورانہ سطح پر عالمی معاشرے کے مباحثوں اور تحریروں کا عنوان بن گیا۔ عصر حاضر کی عورت بہادر ہے وہ اپنے اندر اتنی جرأت رکھتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کے خلاف بذریعہ تحریر و تقریر آواز بلند کر سکے۔ اس مقصد کے لیے تحریر، تقریر اور تنظیم کے راستے روز بروز کھلتے جا رہے ہیں۔ اب صورتِ حالات یہ ہے کہ عورت نے اپنے آپ کو پہچان لیا ہے وہ اپنی انفرادیت کو منوانے اور اپنی شناخت کو باوقار بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔

## حوالہ جات


۱:۔ حمیدہ معین رضوی "تخلیقی تنقید" اسلام آباد، کارواں ملت پبلشرز س ن۔

۲:۔ ناصر عباس نیئر "جدید اور مابعد جدید تنقید" کراچی، انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۴، ص ۲۷۔

۳:۔ ڈاکٹر زینت بشیر "نذیر احمد کے ناولوں میں نسوانی کردار" حیدر آباد، الیاس ٹریڈرز، ۱۹۹۱، ص ۱۰۔

۴:۔ ڈاکٹر عقیلہ جاوید "اردو ناول میں تانیثیت" ملتان، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، ۲۰۰۵، ص ۲۱۹۔

۵:۔ ڈاکٹر عصمت جمیل "نسائی شعور کی تاریخ" پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲، ص ۲۳۱۔